روضۂ رسول ﷺ - کتاب وسنت کی روشنی میں

از: مولانا محمد تبریز عالم حلیمی قاسمی
استاذ دارالعلوم حیدر آباد

یقیناً مکان کی شہرت و شرافت ، خاصیات وخصوصیات اور عظمت وعقیدت کا دارومدار صاحب مکان پر موقوف ہوتی ہے، مسجد اس لیے احب البقاء اور قابل احترام ہے کہ وہ خانہ خدا اور مرکز ذکر الٰہی ہے، مئے خانہ اس لیے برا ہے کہ وہ برائیوں کا اڈہ ہے، کیا خانہ کعبہ کا تقابل کسی اور خانہ خدا سے کیا جاسکتا ہے؟ نہیں، کیونکہ وہ صرف خانہ نہیں بلکہ تجلی ربانی کا مرکز ہے، وہ صرف ایک گھر نہیں بلکہ پہلی عبادت گاہ ہے، وہ صرف مرکز اسلام ہی نہیں بلکہ مرکز نزول وحی بھی ہے۔

مدینہ منورہ کی حیثیت ہجرت گاہ رسول ﷺ بننے سے پہلے ایک زرعتی شہر سے زیادہ نہیں تھی اور ہجرت گاہ رسول عربی ﷺ بننے کے بعد اس کی عظمت وعزت میں چار چاند لگ گئے ، اس شہر کو پہلے یثرب کہا جاتا تھا، لیکن جب اسے قیام گاہ سرکار دو عالم ﷺ کے طور پر چن لیا گیا تو اس کا نام ''مدینہ'' پڑ گیا اور نبی اکرم ﷺ کی نورانیت سے ''منورہ'' بن گیا، اور پھر آنجناب کی توجہات کی وجہ سے مدینہ کی مختلف فضیلتیں امت کے سامنے آئیں، مدینہ کے ساتھ الرسول لگا یا جائے تو الگ فضیلت، الطیبہ بڑھایا جائے تو الگ فضیلت، دار الہجرۃ کہا جائے تو مستقل فضیلت، حرم رسول اللہ کہا جائے تو الگ فضیلت بلکہ شرف وسعادت کی ایک مستند ترین بات یہ ہے کہ اللہ نے مدینہ کا نام طابہ اور طیبہ رکھا، کہتے ہیں کہ کثرت اسماء ، کثرت شرافت کو لازم کرتی ہے، صاحب وفاء الوفاء نے مدینہ کے ۹۶ نام شمار کیے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کی آب وہوا صحت بخش ہوگئی، وہاں کی سکونت دنیا وعقبیٰ کی بھلائی کا سبب بن گئی، وہاں کی تکلیف ومصیبت پر صبر کرنا، شفاعت نبی کا ذریعہ بن گیا، وہاں کے پھل، سبزی اور اشیاء، خورد ونوش حتی کہ صاع ومد میں برکت ہونے لگی، وہاں طاعون اور دجال کا داخلہ ممنوع ہوگیا، اہل مدینہ کے ساتھ مکر وفریب کرنے والے کو نمک کی طرح پگھلنے کی

وعید سنائی گئی، وہاں جینے مرنے کے فضائل بیان کیے گئے ،اس شہر مدینہ کے میوہ جات میں ہی نہیں، بلکہ شہر پاک کی خاک پاک میں تاثیرِ شفا ودیعت کردی گئی، وہاں کے باشندوں کے ساتھ تکریم وتعظیم کی وصیت کی گئی اوراخیر میں تو سرکاردوعالم ﷺ نے یہ اعلان کردیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو بزرگی دی اوراس کوحرام قرار دیا،اورمیں نے مدینہ کو بزرگی دی ہے،اورمدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کی بزرگی کا تقاضہ یہ ہے کہ نہ تو اس میں خونریزی کی جائے، نہ وہاں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے اور نہ اس کے درخت کے پتے جھاڑے جائیں (مسلم باب فضل المدینہ:۱۳۷۴)

اگرچہ حرم مکہ اورحرم مدینہ کے درمیان فقہی اعتبار سے فرق ہے،لیکن تعظیم وتکریم اورعزت و شرف کے اعتبار سے مکہ اور مدینہ کا حرمین شریفین ہونا متفق علیہ بات ہے، پھرمدینے کونبوی قیامگاہ ہونے کی وجہ سے جس طرح غلبہ حاصل ہوا اور جس طرح انصار مدینہ اورمہاجرین نے مشرق سے مغرب تک پورے عالم کواپنے زیراثر کیا، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، بلکہ یہ اس حدیث کی کھلی تفسیر تھی جس میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے، جو تمام بستیوں پر غالب رہے گی۔ (بخاری باب فضل المدینہ:۱۸۷۱)

بہرحال اس طویل تفصیل کے بعد ایک اہم سوال یہ ہوتا ہے کہ آخر وہ یثرب، مدینہ منورہ کیوں بنا، وہاں کی خاک، حضور کی آمد کے بعد خاک پاک کیوں بنی اوراس خاک پاک کی عزت و آبرو میں ایسا اضافہ کیوں ہوا کہ

خورشید بھی گیا تو ادھر سر کے بل گیا

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے بھی وہاں لوگ جیتے اورمرتے تھے؛ لیکن سرکار دوعالم کی آمد کے بعد وہاں کا جینا عبادت اور وہاں کا مرنا عبادت کیوں بنا، وہاں کے ذرات آفتاب وماہتاب کیوں بنے،لوگوں نے وہاں کی خاک کوسرمۂ چشم بنانے میں فخر کیوں محسوس کیا؟ الغرض اس طرح کے جتنے سوالات ہوسکتے ہیں، ان کا ایک ہی جواب ہے اوراس جواب کے سوا، اورکوئی جواب ہو بھی نہیں سکتا، وہ یہ کہ اب وہ صرف یثرب نہیں بلکہ مدینۃ الرسول بن گیا، اس رسول کا شہر بن گیا جس کے لیے پوری کائنات بنائی اور سجائی گئی، جس پر خود خالق کائنات اور معصوم فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جس کے سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی باادب بیٹھتے ہیں، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جس کو حالت بیداری میں دیدار الٰہی کا

شرف حاصل ہوا، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جو صرف نبی نہیں بلکہ خاتم النّبیین ہونے کے ساتھ رحمۃ للعالمین بھی ہے، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جس کی شان والا تبار میں گستاخی موجبِ کفر ہونے کے ساتھ ساتھ موجبِ قتل بھی ہے، اور جس کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت بے کار ہے، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جن کے بارے میں ایک شاعر نے حقیقت پسندانہ شعر کہنے کی کوشش کی ہے۔

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا کوئی آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں ہے اور نہ دکانِ آئینہ ساز میں

اختصار کی کوشش کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ صرف اس لیے ہوا کہ وہاں سرکارِ دوعالم، فخرِ موجودات، محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نے مستقل سکونت اختیار کرلی، جس کی ایک ادنیٰ صحبت بھی ہزار سالوں کی عبادت سے افضل ہے، ایک واقعہ پڑھیے، جو سیرت کا مشہور واقعہ ہے، غزوہ حنین میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا، جس کے حقدار انصار مدینہ بھی تھے، لیکن آپ ﷺ نے تالیفِ قلب کی مصلحت کے پیشِ نظر سارا مال قبائلِ قریش میں تقسیم فرمادیا، انصار مدینہ پر اس کا بڑا گہرا اثر ہوا اور دل میں ایسی کبیدگی پیدا ہوگئی کہ کچھ لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ رسول اللہ اپنی قوم سے مل گئے، جب حضور کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے درد انگیز تقریر فرمائی اور ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

ألا ترضون یا معشر الأنصار أن یذهب الناس بالشاة والبعیر و ترجعون برسول اللّٰه إلی رحالکم فوالذي نفس محمد بیده لما تنقلبون به خیر مما ینقلبون به.

(زادالمعاد: ۴۱۶/۳)

ترجمہ: اے جماعت انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہوسکتے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو اپنے یہاں لے جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، یقیناً تم جو لے کر جاؤ گے وہ اس سے ہزار درجے بہتر ہے، جسے وہ لوگ لے کر جائیں گے۔

غور کریں، انصار مدینہ کو خوش کرنے کے لیے مال وزر بھی دیا جاسکتا تھا اور وہ اسی کے متمنی تھے کیونکہ وہ اس کے حقدار تھے؛ لیکن رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ایسی بے نظیر، لاثانی اور روحانی ونورانی ذات تھی کہ آپ نے انہیں ''رسول اللہ'' ہی عنایت فرمادیا، انصار مدینہ کے تو نصیب ہی چمک اٹھے، ان کے نصیبہ ور ہونے میں کیا کوئی کلام بھی ہوسکتا ہے، سچ ہے ہر چیز میں خیر کا پہلو بھی ہوتا ہے، انصار کی یہ ناراضگی وکبیدگی کتنی سودمند ثابت ہوئی، کوئی انصار سے ہی پوچھے، اور یہاں

حضور ﷺ کا اپنے آپ کو محمد نہ کہنا بلکہ رسول اللہ کہنا ایک ایسی لطیف تعبیر ہے جسے اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں، روایتوں میں آتا ہے، انصار مدینہ یہ سن کر اتنا روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہوگئیں اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم دل وجان سے اس سودے پر راضی ہیں، اب ہمیں کچھ نہیں چاہیے کیونکہ ہمیں لازوال دولت مل گئی۔

رضینا برسول اللہ ﷺ قسما وحظا (زاد المعاد: ۴۱۶/۳)

آپ علیہ السلام اپنی زندگی میں جس طرح تمام مسلمانوں کے لیے محبت واحترام کا قبلہ و کعبہ تھے اپنی وفات کے بعد بھی آپ کا روضۂ اقدس دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے محبت واحترام کا قبلہ وکعبہ ہے، یہ ہمارے ایمان کا اٹوٹ حصہ ہے۔

روضۂ رسول کا مقام

رسول اللہ ﷺ کا اپنی قبر میں، بلکہ جملہ انبیاء کرام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا، جمہورِ امت کے متفقہ مسائل میں سے ہے اگرچہ حیات کی نوعیت میں فرق ہے، اس لیے مدینہ منورہ کی سرزمین کا وہ حصہ جو رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر اور اعضاء مبارکہ سے مس کررہا ہے، وہ پورے روئے زمین میں افضل ترین حصہ ہے، بلکہ قاضی عیاض مالکیؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

روضۂ رسول کی زیارت کے فضائل

(۱)　سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

تشریح: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: اس خصوصیت کی کوئی خاص وجہ ہے، کیونکہ جہاں تک حضور ﷺ کی شفاعت کا تعلق ہے اس نعمت سے ہر مسلمان کو نوازا جائے گا، اور آپ کی یہ کرم فرمائی اور مومن نوازی جملہ مسلمانوں کے لیے عام ہے، لیکن یہاں پر شفاعت سے مراد خاص شفاعت ہے جو درجہ خاص کے حصول کا ذریعہ ہوگی، ان کے علاوہ غیر زائرین کا اپنے زیادتی اعمال اور کثرتِ فضائل کے باوجود اس درجہ پر پہنچنا میسر نہ ہوگا۔

آگے لکھتے ہیں:

اس کے علاوہ زائر کے لیے یہ بشارت بھی ہے کہ وہ دینِ اسلام پر مرے گا، یہ بھی سیّدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت کے طفیل ہوگا، وہ اس طرح کہ شفاعت کے لیے دین اسلام پر مرنا

ضروری ہے۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب: ۲۵۸)

مولانا ظفر احمد تھانویؒ لکھتے ہیں: زائر کے لیے شفاعت کی جو بشارت ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی فضیلت ہوسکتی ہے۔

و أيُّ فضيلة أعلىٰ و أسنى من وجوب شفاعته صلى الله عليه وسلم لمن زاره (إعلاء السنن: ۲: ۱۰ ص: ۴۹۸)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو وہ (زیارت کی سعادت حاصل کرنے میں) انہیں لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے میری حیات میں میری زیارت کی (شعب الایمان: فضل الحج والعمرۃ: ۳۸۵۷)

مولانا منظور نعمانیؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا اپنی قبر مبارک میں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی منور قبور میں زندہ ہونا جمہورِ امت کے مسلّمات میں سے ہے، اگر چہ حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے، اور روایات اور خواص امت کے تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو امتی قبر پر حاضر ہوکر سلام عرض کرتے ہیں، آپ ان کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ایسی صورت میں بعد وفات آپ کی قبر پر حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا ایک طرح سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور بالمشافہ سلام کا شرف حاصل کرنے ہی کی ایک صورت ہے اور بلاشبہ ایسی سعادت ہے کہ اہل ایمان ہر قیمت پر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں'' (معارف الحدیث: ۴/۲۵۸)

(۳) جس شخص نے مکہ کا قصد کیا اور پھر میری زیارت اور میری مسجد میں شرف حاضری کے حصول کا قصد کیا تو اس کے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں (جذب القلوب: ۲۶۱)

روضۂ اقدس کی زیارت کے فضائل کے سلسلہ میں یہ تین روایتیں بطور نمونہ کے لکھی گئی ہیں، تفصیل کے لیے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی جذب القلوب کا مطالعہ کریں، جس میں انھوں نے اختصار کے ساتھ تیرہ روایات کو جمع کیا ہے، اگر چہ بعض روایات پر کلام بھی کیا گیا ہے، جن کے بارے میں مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کا تبصرہ ایک وقیع تبصرہ ہے، لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے جن منافع اور برکات و مصالح کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اگر اس کو پیش نظر رکھ کے ان احادیث پر غور کیا جائے جو اس زیارت کی ترغیب میں

مروی ہیں تو خواہ سند کے لحاظ سے ان پر کلام کیا جاسکے لیکن معنوی لحاظ سے وہ دین کے پورے فکری اور عملی نظام کے ساتھ بالکل مرتبط اور ہم آہنگ نظر آئیں گی اور ذہنِ سلیم اس پر مطمئن ہوجائے گا کہ قبرمبارک کی یہ زیارت، صاحبِ قبر کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ایمانی تعلق اور محبت و توقیر میں اضافہ اور دینی ترقی کا خاص وسیلہ ہے، یقین ہے کہ ہر خوش نصیب، صاحبِ ایمان بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے زیارت کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا ہے اس کی شہادت دے سکے گا۔

(معارف الحدیث: ج:۴ص:۴۵۹)

روضۂ رسول کی زیارت کا حکم

الأنبياء أحياء في قبورهم (مسند أبي يعلى: ٣٤٢٥)

انبیاء چونکہ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، موت ان کے لیے مُزیلِ حیات نہیں ہوتی؛ بلکہ ساترِ حیات ہوتی ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی قبر اطہر میں باحیات ہیں؛ اس لیے زیارت قبر اطہر کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، انہیں روایات کے پیش نظر احناف کے یہاں زیارت روضہ اقدس کا حکم قریب بہ واجب ہے، جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور بعض مالکیہ اور بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے اور ابن تیمیہ زیارت قبر اطہر کو غیر مشروع کہتے ہیں۔

و قد اختلف فيها أقوال أهل العلم، فذهب الجمهور إلى أنها مندوبة وذهب بعض المالكية و بعض الظاهرية إلى أنها واجبة و قالت الحنيفة: إنها قريبة من الواجبات، و ذهب ابن تيمية الحنبلي، إلى أنها غير مشروعة (حاشية إعلاء السنن: ٤٩٩/١٠)

ملاعلی قاریؒ نے شرح الشفاء میں قاضی عیاض مالکیؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

زيارة قبره عليه السلام سنة من سنن المسلمين مجمع عليها أي مجتمع على كونها سنة و فضيلة مرغب فيها.

یعنی قبر اطہر کی زیارت مسلمانوں کی متفق علیہ سنت ہے اور اس کی ایسی فضیلت ہے جس کی رغبت ہر مسلمان کو کرنی چاہیے (شرح الشفاء: ۱۵۰/۲)

لہٰذا ہر صاحب استطاعت شخص کی یہ خواہش ہونی چاہیے کہ اسے جب بھی موقع ملے گا وہ روضۂ اقدس کی زیارت کرے گا اور جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں، انہیں روضۂ اقدس کی زیارت بھی کرنی چاہیے، اگرچہ روضۂ اقدس کی زیارت حج کا کوئی رکن یا جز نہیں ہے؛ لیکن شروع سے امت کا یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ خاص کر دور دراز علاقوں کے مسلمان جب حج کو جاتے ہیں تو روضہ

پاک کی زیارت اور وہاں درود وسلام کی سعادت ضرور حاصل کرتے ہیں اور کسی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے، تو یہ اجماع کے درجہ میں ہے، اعلاء السنن کے حاشیہ میں ہے:

لم يزل دأب المسلمين القاصدين للحج في جميع الأزمان على تباين الديار و اختلاف المذاهب، الوصول الى المدينة المشرفة لقصد زيارته صلى الله عليه وسلم ويُعَدُّ أنَّ ذلك من أفضل الأعمال، و لم ينقل أن أحدا أنكر عليهم ذلك فكان إجماعاً (إعلاء السنن: ١٠/٤٩٩)

اور جن لوگوں نے زیارت قبر اطہر کو ممنوع ومکروہ لکھا ہے ان کے بارے میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ

الأحاديث فى هذا الباب كثيرة، وفضائل الزيارة شهيرة، و من أنكرها؛ إنما أنكر ما فيها من بدع نكيرة غالبها كبيرة.

یعنی باب زیارت کی روایات بہت زیادہ ہیں، اس کے فضائل مشہور ہیں اور جس نے بھی اس کا انکار کیا ہے حقیقت میں اس نے ان بدعات ومنکرات کا انکار کیا ہے، جن میں سے اکثر گناہ کبیرہ تک پہنچ جاتے ہیں (مرقاۃ المفاتیح، رقم الحدیث: ۲۷۵۶، باب حرم المدینہ)

البتہ حاجیوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ پہلے حج مکمل کرلیں پھر زیارت کے لیے مدینہ منوّرہ جائیں، کیونکہ حج فرض ہے اور زیارت روضہ اقدس قریب بہ واجب ہے اور حق اللہ کی تقدیم مناسب بات ہے، البتہ حضرت حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑی اچھی بات نقل کی ہے کہ اگر حج فرض ہو تو حاجی کے لیے بہتر یہ ہے کہ پہلے حج کرے پھر زیارت کرے، اگرچہ زیارت کی تقدیم میں کوئی گناہ نہیں، وہ بھی جائز ہے، اور اگر حج نفل ہو تو اسے اختیار ہے، جس سے چاہے آغاز کرے (دیکھیے: فتح القدیر: ۳/۱۷۹ کتاب الحج)

روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے سفر کا شرعی حکم

ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبر اطہر کی زیارت کے لیے سفر کو ناجائز کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں: کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی نیت سے سفر کرے پھر روضہ اقدس کی زیارت کرے، مستقل طور سے روضۂ اقدس کی نیت سے سفر نہ کرے؛ لیکن جمہور امت کے نزدیک قبر اطہر کی زیارت کے لیے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ اہم عبادتوں میں سے ہے اور بڑا کار ثواب ہے؛ کیونکہ روضۂ اقدس کی زیارت کی فضیلت کے بارے میں روایات بہ کثرت وارد ہیں، دوسری بات یہ کہ پوری امت کا یہ

تعامل چلا آرہا ہے کہ ہر حاجی مکہ کا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ کر چار سو میل طویل سفر کر کے مدینہ جاتا ہے، ظاہر ہے کہ حجاج صرف مسجد نبوی کی زیارت کے لیے نہیں جاتے؛ بلکہ ان کا مقصود روضہ اقدس پر حاضری ہوتی ہے اور تعامل ایک مستقل دلیل ہے، چنانچہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں۔

والأولی فیما یقع عند العبد الضعیف تجرید النیة لزیارة قبر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم و یوافق ظاهر ما ذکرناہ من قوله علیه الصلوٰة والسلام، لا تعمله حاجة الا زیارتی

یعنی میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ خالص زیارت کی نیت کرے؛ کیونکہ حدیث لا تعمله حاجة الا زیارتی (کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو) کے ظاہر کے موافق ہے (فتح القدیر: ۱۸۰/۳)

اور شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے یہی علماء دیوبند کا مسلک نقل کیا ہے:

عندنا و عند مشائخنا زیارة قبر سید المرسلین (روحی فداہ) من أعظم القربات و أهم المثوبات و أنجح لنیل الدرجات بل قریبة من الواجبات، وإن کان حصوله بشدّ الرحال و بذل المهج و الأموال و ینوی وقت الارتحال زیارة علیه الف الف تحیة و سلام و ینوی معها زیارة مسجدہ صلی الله علیه وسلم

یعنی ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے؛ بلکہ واجب کے قریب ہے، گو شدِّ رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی وغیرہ کی نیت کرے۔ (المہند علی المفند: ۲۷)

روضۂ اقدس پر دعاء مغفرت کی درخواست

چونکہ سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ اپنی قبر اطہر میں باحیات ہیں؛ اس لیے جیسے آں حضرت ﷺ کی زندگی میں ان سے دعاء مغفرت کی درخواست کرنا، سفارش کی درخواست کرنا اور استمداد جائز تھا، ویسے دنیا سے رخصت فرما جانے کے بعد بھی روضہ اقدس پر حاضر ہو کر درخواست کرنا جائز ہے؛ لہٰذا روضۂ اقدس پر حاضری دینے والے یہ درخواست کر سکتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم سراپا گنہگار ہیں آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری مغفرت کے لیے دعا فرمادیں۔ مفتی شفیع صاحب عثمانیؒ نے آیت: و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا اللّٰه واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللّٰه توّابا رحیما (النساء: ۶۴) کے ذریعہ اس مسئلہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

''یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے؛ لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجائے اور آپ اس کے لیے دعائے مغفرت کردیں، اس کی مغفرت ضرور ہوجائے گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہوسکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے'' (معارف القرآن: ۴۵۹/۲)

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ پڑھیے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کرکے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گرگیا، اور زار زار روتے ہوئے آیت: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الخ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجائے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لیے دعائے مغفرت کردیں تو اس کی مغفرت ہوجائے گی، اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں، اس وقت جو لوگ حاضر تھے، ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی: ''قد غفرلک''، یعنی تیری مغفرت کردی گئی (البحر المحیط فی التفسیر: ۶۹۴/۳)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سماع میں کسی کو خلاف (اختلاف) نہیں، اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقتِ زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے؛ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے'' (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۴، ادارہ اسلامیات لاہور)

روضۂ اقدس پر درود وسلام

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کردیتے ہیں، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں (ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۰۴۱، باب زیارۃ القبور)

اس روایت میں اگرچہ روضۂ اقدس کی قید نہیں ہے؛ لیکن سنن ابوداؤد کے مصنف نے یہ روایت باب زیارۃ القبور کے تحت ذکر کی ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہاں حضور پر سلام سے مراد

زیارت روضہ اقدس کے وقت سلام کرنا ہے؛ چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، جو شعب الایمان میں نقل کی گئی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

ما من عبد يسلّم علی عند قبري (شعب الإيمان: ۳۸۵۹، باب فضل الحج والعمرة)

اور درود کے سلسلہ میں روایات بھی بکثرت وارد ہیں، دیکھیے: (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع)

بہرحال اللہ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ آپ روضۂ اقدس کے پاس سلام کریں تو سرکار دو عالم ﷺ خود سنتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب وعلیک السلام کے ذریعہ دیتے ہیں، گویا ایک اعتبار سے روضۂ اقدس پر سلام کرنے سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے، اگر یہ نعمت ساری دنیا بلکہ اس دنیا جیسی چار پانچ دنیا خرچ کرکے بھی حاصل ہو تو ایک امتی کے حق میں ارزاں اور سستی ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا مشاہدہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م:۱۱۷۶ھ) قدس سرہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں مذکورہ حدیث کے تحت گفتگو کی ہے، خلاصہ درج ذیل ہے:

''روح پاک جو مشاہدہ حق میں مشغول ہے اور جس کا کسی طرف التفاف باقی نہیں رہا، باذن الٰہی وہ سلام پیش کرنے والے کی طرف ملتفت ہوتی ہے اور جواب دیتی ہے، یعنی روح پاک سے سلام کرنے والے کو فیض پہنچتا ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں: میں نے ۱۱۴۴ھ میں جب میرا قیام مدینہ منورہ میں تھا، اس بات کا بار بار مشاہدہ کیا ہے یعنی روح نبوی سے فیض پایا ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ: ۳۴۵/۴)

علامہ سخاویؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب: القول البدیع میں روضۂ اقدس پر کیے جانے والے سلام کے تعلق سے کئی واقعات نقل کیے ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:

سلیمان ابن سحیمؒ سے منقول ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول جو لوگ آپ کے روضے پر حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں، آپ اس کو سمجھتے ہیں؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں سمجھتا ہوں، اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

ابراہیم بن شیبانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حج کیا پھر فراغت کے بعد مدینہ آیا، اور روضۂ اقدس

پر حاضر ہوکر سلام کیا، تو میں نے حجرۂ شریف کے اندر سے ''وعلیک السلام'' کی آواز سنی (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع: ۱/۱۶۵، مکتبہ شاملہ)

حضرت رفاعی کا ایک واقعہ

سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ جو حضرت غوث پاک کے معاصر ہیں، انہوں نے ۵۵۵ھ میں جب حج کیا اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو عرض کیا: السلام علیک یا جدّي (دادا جان السلام علیک) جواب مسموع ہوا وعلیک السلام یا ولدی (بیٹا! وعلیک السلام) اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے۔

في حالة البعد روحی کنت أرسلها
تقبل الأرض عني و هي نائبتي
و هذه نوبة الأشباح قد حضرت
فامدد یمینك کي تحظی بها شفتي

جب ہم دور تھے تو اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیا کرتے تھے وہ روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین بوس ہوجایا کرتی تھی، اب جسم کی باری آتی ہے، ذرا اپنا دست مبارک بڑھایئے؛ تاکہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہوسکے اور ہونٹوں کو (بوسہ) کی دولت نصیب ہوجائے۔

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ روضۂ اقدس کے اندر سے ایک نہایت نورانی ہاتھ ظاہر ہوا (جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھا، انہو ں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہوگئے، بس ہاتھ غائب ہوگیا، مگر کیفیت یہ ہوئی کہ تمام مسجد نبوی میں نور ہی نور پھیل گیا، ایسا نور کہ اس کے سامنے آفتاب کی بھی حقیقت نہ تھی، اور واقعی آفتاب کی، اس نور کے سامنے کیا حقیقت ہوتی، ایک بزرگ سے جو کہ اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کو رشک تو بہت ہوا ہوگا، فرمایا ہم تو کیا اس وقت ملائکہ کو بھی رشک تھا کہ ہمیں بھی یہ دولت نصیب ہوتی (دیکھئے خطبات حکیم الامت: ۱۴/۲۰۲)

اگرچہ بعض ظاہر پرست اور تصوف سے دلچسپی نہ رکھنے والے علماء نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے؛ لیکن محققین علماء نے اس واقعہ کی صحت پر شبہ نہیں کیا ہے، ہمارے اکابر میں حضرت تھانویؒ نے اشرف الجواب میں اسی طرح مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے فتاویٰ رحیمیہ میں اس واقعہ کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا رسالہ ''شرف مختم'' کے حوالے سے سند کے ساتھ نقل کیا، اور علاّمہ صفوری

الشافعی (م:۸۹۴ھ) نے تو ان اشعار کو نقل کر کے لکھا ہے:

ولا إنكار في ذلك فإنَّ إنكار ذلك يؤدّي إلى سوء الخاتمة والعياذ بالله و إن كرامات الأولياء حق ، والنبى صلى الله عليه وسلم حي في قبره سميع بصير منعم فى قبره (نزهة المجالس و منتخب النفائس: ۱۹۰/۱)

روضۂ اقدس پر درود افضل ہے یا سلام؟

علامہ باجیؒ کی رائے یہ ہے کہ درود افضل ہے، علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر سلام پڑھنا افضل ہے؛ کیونکہ حدیث میں "مامن مسلم يسلم عليَّ عند قبری" وارد ہوا ہے۔

ليعلم أنَّ السَّلام عليه صلى اللّٰه عليه وسلم عند قبره أفضل من الصلوٰة و قال الباجي يدعو بلفظ الصلوٰة والظاهر الأول (القول البديع: ۲۱۴/۱)

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ لکھتے ہیں:

لیکن اس ناکارہ کے نزدیک صلاۃ کا لفظ (یعنی درود) بھی کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے؛ اس لیے بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود وسلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے، یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ، "السلام علیک یا نبی اللہ" کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ۔ اس صورت میں علامہ باجیؒ اور علامہ سخاویؒ دونوں کے قول پر عمل ہو جائے گا (فضائل درود شریف: ۲۴)

جب تک مدینہ میں قیام ہو خوب سلام عرض کیجیے

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب تک مدینہ منورہ میں قیام ہو کثرت سے روضۂ اقدس کے سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کیا کرے، خصوصاً پانچ نمازوں کے بعد (زبدہ)

مسئلہ: اگر کسی وقت خاص مواجہ شریف پر حاضری کا موقع نہ ملے تو روضہ اقدس کے کسی طرف بھی کھڑے ہو کر یا مسجد نبوی میں کسی جگہ بھی سلام عرض کر سکتا ہے، اگرچہ اس کی وہ فضیلت نہیں جو سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کرنے کی ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت اور مواجہ شریف میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا چاہیے، البتہ ان کے لیے بہتر ہے کہ رات کے وقت حاضر ہوں، اور جب زیادہ ازدہام ہو تو کچھ

فاصلہ ہی سے سلام عرض کردیں۔(جواہر الفقہ :۴/۱۷۶)

روضۂ اقدس پر حاضری کے آداب

جب روضہ اقدس پر حاضری کا ارادہ ہوتو خوب طہارت و نظافت کا اہتمام کرنا چاہیے، مناسب یہ ہے کہ غسل کرلے اوراچھا سا لباس زیب تن کر کے بالوں میں کنگھا کر لے،خوشبواور سرمہ کا اہتمام ہو، اپنی قیام گاہ سے باہر نکل کر پہلے کچھ صدقہ کریں، وقار کے ساتھ ڈرے سہمے کہ کہیں کوئی بے ادبی یا گستاخی نہ ہوجائے، قدم اٹھاتے ہوئے مسجد نبوی تک آئیں، آسانی ہوتو باب جبرئیل سے مسجد میں داخل ہونے کی کوشش کرے،اوردا ہنا قدم رکھتے ہوئے:

بسم اللّٰه والصلاة والسلام على رسول اللّٰه اللهم اغفرلى ذنوبي، وافتح لى أبواب رحمتك. پڑھ لے اور اعتکاف کی نیت کرلے، اگرسہولت ہوتو سیدھے ریاض الجنۃ پہنچ کرمحراب میں یااس کے محاذ میں یا جہاں آسانی سے ہوسکے، دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، نماز سے فارغ ہوکر اپنے ہوش وحواس درست کرے، تاکہ سستی وغفلت نہ کرے، اس کا استحضار کرے یہ دربار کس کا ہے، محبوب رب العالمین کا، شفیع المذنبین کا، رحمۃ للعالمین کا، یہ سوچ کہ یہاں تو مقرب فرشتے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل وغیرہ سلام کو آتے ہیں، اور روضہ اقدس کی جانب نہایت سکون ووقار کے ساتھ بڑھے اور مواجہ شریف پر پہنچنے کی کوشش کرے، جالی مبارک میں تین جھروکے ہیں، اندر کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مبارک قبروں کا سامنا ہوتا ہے، ان جالیوں کی دیوار سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑے ہونا چاہیے یا جہاں جگہ مل جائے، زیادہ قریب ہونا بے ادبی ہے، آنکھیں پرنم ہوں، دل دھڑک رہا ہو، نگاہیں نیچی ہوں، ادھر ادھر دیکھنا، اندر جھانکنا، سخت بے ادبی ہے، پاؤں ساکن اور باوقار رکھنا چاہیے۔

مکی مدنی ہاشمی مطلبی
آدم کے لیے فخر یہ عالی نسبی
آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست ہو آواز
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی

اب یہ تصور کرے کہ چہرہ انور اس وقت میرے سامنے اورسرکار دو عالم کو میری حاضری کی خبر ہے، پھر ذوق وشوق سے صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرے، مخصوص سلام یاد ہوتو وہ پڑھے ورنہ

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، والصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ پڑھے، اگر دوسرے لوگوں نے سلام پہنچانے کی درخواست کی ہو ان کا سلام پہنچا دینا چاہیے، پھر اللہ سے دعائیں مانگنی چاہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا، مغفرت سے درخواست کرنی چاہیے، پھر تقریباً ایک ہاتھ دائیں طرف ہٹ کر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھنا چاہیے پھر تقریباً ایک ہاتھ بائیں ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھنا چاہیے، اس کے بعد پھر پہلی جگہ یعنی سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے آجائے، اور خوب دعائیں کرے، اور حضرات شیخین کے لیے بھی دعائیں مانگنی چاہیے، پھر عزیز واقارب، دوست واحباب اور جنہوں نے دعا کی درخواست کی ہے، ان کے لیے بھی دعائیں مانگے، پھر تمام مسلمانان عالم کی خیر و بھلائی کی دعا کر کے دعا ختم کرے، تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (فتح القدیر: ۱۸۰/۳، کتاب الحج، شرح الشفاء لملا علی قاری: ۱۶۱/۲، فصل فیما یلزم من دخل المسجد، وفاء الوفاء: ۲۱۵/۴، الفصل الرابع فی آداب الزیارۃ، معلم الحجاج: ۱۹۳)

روضۂ رسول ﷺ کا ادب واحترام، چند آیات

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الخصائص الکبری میں روضۂ رسول کے مقام و مرتبہ اور ادب و احترام پر قرآن کریم کی چار آیات کے ذریعہ استدلال کیا ہے، ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اے ایمان والوں اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے اور جاننے والے ہیں (الحجرات: ۱)

(۲) اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو، نبی کی آواز سے، اور ان کے حضور بات چلاّ کر نہ کہو، جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاّتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (الحجرات: ۲)

(۳) بے شک وہ لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، وہ لوگ ایسے ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے (الحجرات: ۳)

(۴) بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں، اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (الحجرات: ۵)

ان آیات کو لکھنے کے بعد آگے لکھتے ہیں:

قال جماعة: ”و يكره رفع الصوت عند قبره صلى الله عليه و سلم؛ لأن حرمته ميتا كحرمته حيا.

روضۂ اقدس پرآواز بلند کرنا، چلانا مکروہ ہے، کیونکہ آپ کا ادب واحترام بعد وفات اس طرح ہے جس طرح آپ کی زندگی میں تھا۔

آگے ایک واقعہ نقل کیا ہے: ابن حمید سے روایت ہے کہ ابوجعفر المنصور نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد نبوی میں مناظرہ کیا، اس وقت ابوجعفر خلیفہ کے ساتھ پانچ سوشمشیر بند موجود تھے، امام مالک نے ابوجعفر سے فرمایا: اے امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا ہے، لا ترفعوا اصواتكم (الحجرات) اوران مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے جوآواز پست رکھتے ہیں: ان الذين يغضون اصواتهم (الحجرات) اور بے ادب لوگوں کی مذمت فرمائی ہے، ارشاد ہے: ان الذين ينادونك من وراء الحجرات (الحجرات)

و إن حرمة رسول الله صلى الله عليه وسلم ميتا كحرمته حيا فاستكان له الخليفه.

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا احترام بعد وصال بھی ایسا ہے جیسا کہ حیات مبارکہ میں تھا یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر نے عاجزی اختیار کی (الخصائص الکبری: ۲/۴۴۵، مطبوعہ دارالکتب بیروت)

روضۂ رسول کی حفاظت کا ایک واقعہ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس وہ ذات تھی جس کی حفاظت، بحالت زندگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر فرشتوں کے ذریعہ کی جاتی تھی، چاہے وہ مکہ میں آپ کے قتل کا منصوبہ ہو یا یہودیوں کی بستی میں پتھر گرانے یا زہر کھلانے کا واقعہ ہو، ہر موقع پر من جانب اللہ آپ کی حفاظت کی گئی، دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد تاریخ میں ایک واقعہ ایسا بھی پیش آیا کہ دو خبیث الفطرت یہودیوں نے قبر اطہر سے نعش مبارک نکالنے کا غلیظ منصوبہ بنایا تھا؛ لیکن یہاں بھی نصرت الٰہی مانع بن گئی۔ اختصار کے ساتھ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

ابن العماد حنبلی (م: ۱۰۸۹ھ) نے اپنی کتاب شذرات الذہب میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے: واقعہ ۵۵۷ھ کا ہے، راقم الحروف نے مضمون کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔

مشہور مجاہد فی سبیل اللہ اور بزرگ امیر المومنین سلطان نورالدین محمود زنگی ایک رات امور مملکت کی انجام دہی اور عبادات و وظائف سے فراغت کے بعد جیسے ہی سوئے رسول اللہ ﷺ کی

زیارت نصیب ہوئی اور حضور کے ساتھ دو اور چہرے نظر آنے لگے، جن پر نحوست کے آثار تھے، رسول اللہ ﷺ نے سلطان نورالدین کو متوجہ کرتے ہوئے کہا:

یا محمود انقذنی من ہذین الشخصین

مجھے ان دو شیطان صفت لوگوں سے نجات دلاؤ، سلطان نورالدین نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو فوراً بلایا، امیرالمومنین نے اپنا خواب بیان کیا، وزیر نے کہا: ایسا لگتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ ہونے والا ہے، ہمیں بلاتاخیر مدینہ جانا چاہیے، چنانچہ امیرالمومنین نے فوراً کوچ کا اعلان کیا، اور تیس نامور قسم کے افراد پر مشتمل ایک قافلے کی ہمراہی میں انتہائی سبک رفتار سواریوں پر مدینہ منورہ کی جانب چل پڑے، اور تقریباً سولہ روز کی مسافت کے بعد آپ مدینہ پہنچ گئے، امیر المومنین نے مدینہ کے گورنر سے رسمی گفتگو کے بعد اپنی آمد کا مقصد بتایا؛ چنانچہ باہمی مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ مدینہ کے ہر ہر فرد کو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، بوڑھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، ہر کسی کو شاہی دعوت نامہ دیا جائے، کہ امیرالمومنین دارالخلافہ دمشق سے روضہ رسول کی زیارت کے لے تشریف لائے ہیں، زیارت کے بعد امیرالمومنین کی طرف سے تمام اہل مدینہ کی ضیافت کا اہتمام کیا گیا ہے، اس کے بعد امیرالمومنین اپنے ہاتھوں ہدایا بھی تقسیم کریں گے، ہر فرد کا حاضر ہونا ناگزیر ہے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، ہر شخص کو ہدیہ دیتے وقت امیرالمومنین اس کے چہرے کو بغور دیکھتے تھے، تمام لوگ فارغ ہوگئے؛ لیکن وہ دونوں چہرے نظر نہ آئے، امیرالمومنین حد درجہ پریشان ہوئے، اور گورنر سے پوچھا: کیا کوئی باقی تو نہیں ہے، گورنر نے بتایا کہ سوائے دو شخصوں کے باقی سب نے شرکت کی ہے، دو بزرگ ہیں جو اندلس سے آئے ہوئے ہیں، وہ عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ گوشہ نشین بھی ہیں، مالدار بھی ہیں؛ اس لیے عموماً کسی سے ملتے جلتے نہیں ہیں؛ اس لیے ہم نے انہیں مدعو بھی نہیں کیا کہ انہیں خلل ہوگا۔

امیرالمومنین کو سخت غصہ آیا اور فوراً انہیں بلانے کا حکم دیا، وہ دونوں آئے، سلطان نورالدین کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ خواب میں جن دو چہروں کو دیکھا تھا وہ منحوس چہرے انہیں دو آدمیوں کے تھے، امیرالمومنین نے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم حج کے لیے آئے تھے، پھر مدینہ آئے تو اب یہاں سے جانے کو جی نہیں کرتا، امیرالمومنین نے کہا: سچ سچ بتاؤ ورنہ تمہیں عبرتناک سزا دی جائے گی، ان دونوں نے گھبراہٹ کے عالم میں حقیقت حال بتائی کہ

ہم دونوں یہودی ہیں، اورہمیں ایک مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے کہ کسی طرح ہم تمہارے رسول کا جسم اطہران کے روضہ سے نکال کر اسلام مخالف طاقتوں تک پہنچا دیں، جب روضہ میں رسول ہی نہیں ہوں گے تو مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے، انہیں شکست دینا آسان ہوگا، چنانچہ ہم جسم اطہر کو چوری کرنے کے لیے آئے ہیں۔

امیر المومنین ان مکاروں کو لے کران کے کمرے میں پہنچے، اور ہر چیز کا باریکی سے جائزہ لیا؛ لیکن کچھ نظر نہیں آیا، کمرے سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کے نیچے پڑی ہوئی چٹائی کو ہٹایا، تو سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ نیچے ایک بڑا سوراخ نظر آیا، جس میں ایک شخص آرام سے اتر سکتا تھا، سلطان نور الدین نیچے اتر گئے، نیچے ایک بہت بڑی سرنگ تھی، آپ اندر چلتے گئے، اور جب سرنگ کے کنارے پہنچے تو انگشت بدنداں دیکھتے رہ گئے، کہ اس کا آخری سرا روضہ اقدس کی دیوار تک پہنچ چکا ہے؛ بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک بھی دکھائی دیئے، اس کے بعد ان دونوں نام نہاد بزرگوں کو عبرتناک سزا دلوائی، انہیں قتل کرادیا، اوراس کے بعد روضہ اقدس کے چاروں طرف سیسہ پلائی ہوئی فولادی اور آہنی دیواریں تعمیر کروائیں تاکہ آئندہ کوئی ایسا ناپاک اقدام نہ کرسکے۔

(شذرات الذهب في أخبار من ذهب: ٣٨٠/٦، المكتبة الشاملة)

بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روضۂ رسول کی زیارت کی سعادت سے بار بار سرفراز فرمائے؛ کیونکہ یہ زیارت ایسی لازوال نعمت ہے جس کی کثرت، انسان کے لیے سب سے بڑے شرف وسعادت کی باعث ہے۔

يا ربّ صلّ و سلّم دائما أبــدا
على حبيبك خير الخلق كلّهم

❁ ❁ ❁